مولانا عبدالعظیم انصاری قصور

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ

آئمہ دین میں امام شافعی رحمۃ اللہ کا مقام بہت بلند اور ارفع ہے۔ آپ کا تبحرّ علمی اور علم حدیث، تفسیر، تاریخ، لغت فقہ، اصول فقہ علم کلام، طب و حکمت، علم الانساب، علم ہیئت و نجوم اور علم عروض میں مہارت تامہ اور امتیاز و انفرادیت مسلمہ ہے۔ اجتہاد و استدلال اور استنباط مسائل میں بے پناہ بصیرت کے مالک اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے زبردست عالم تھے۔ آپ کی طلاقت لسانی، حسن بیان، قوت حافظہ، فہم و فراست، ذہانت و ذکاوت عدیم النظیر تھی نہایت متقی، پرہیزگار، عابد و زاہد، کریم النفس اور حسن اخلاق سے مزین اور بہرہ وافر حاصل تھا۔ کتاب و سنت کے عاشق اپنے زمانے کے مجتہد اور اجتہاد کے اصول و ضوابط کے مرتب اور ان کے تمام اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، جو ایک محدث، فقیہہ اور مجتہد میں پائی جانی لازمی ہیں۔

امام اربعہ میں امام موصوف کی حیثیت ایک سنگم کی ہے آپ امام ابوحنیفہؒ کے بالواسطہ اور امام مالکؒ کے بلاواسطہ شاگرد اور امام احمد بن حنبلؒ کے استاد تھے آپ کا جلالت شان کا احاطہ بہت مشکل ہے اس مختصر مضمون میں اختصار کے ساتھ آپ کا تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔

ولادت

آپ رجب ۱۵۰ھ میں شام کے علاقہ عسقلان کے مضافات غزہ کے مقام میں پیدا ہوئے آپ کے والدگرامی ادریس بن عباس مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ تبالہ کے رہنے والے تھے وہاں سے مدینہ اور پھر شام منتقل ہو گئے۔ اور کاروباری سلسلہ میں عسقلان میں رہائش اختیار کی۔

آپ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبد مناف سے مل جاتا ہے۔ جو اس طرح ہے۔

محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد مناف اس طرح آپ کو عالی نسبی اور بلند مجد و شرف حاصل ہے۔

آپ کی والدہ یمن کے قبیلہ ازد سے تعلق رکھتی تھیں اور یہ قبیلہ یمن اور شام کی سرحد پر

واقع ایک علاقہ میں رہتا تھا۔

بعض کے نزدیک آپ کی پیدائش یمن کے علاقہ احیاء میں ہوئی اس کی تطبیق یوں کی گئی ہے کہ پیدا آپ احیاء میں ہوئے لیکن پرورش اور نشو و نما غزہ اور عسقلان میں ہوئی اور عسقلان میں بیشتر یمنی قبائل آباد تھے۔

آپ کے والد ماجد آپ کی پیدائش سے چند ماہ قبل انتقال فرما گئے آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کی تربیت بڑی احتیاط اور ذمہ داری سے فرمائی۔

دو سال کے بعد جب مدت رضاعت ختم ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر اپنے بھائیوں کے پاس قبیلہ ازد (یمن) میں لے گئیں۔ وہاں آپ نے اپنے ماموں کے پاس ۸ سال کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔

سفر مکہ

آپ سے بے پناہ علمی شوق اور لگن کو دیکھ کر دس سال کی عمر میں آپ کی والدہ نے انہیں ان کے چچا کے پاس مکہ مکرمہ مزید تعلیم و تربیت کے لئے بھیج دیا وہاں آپ نے علم الانساب پر پوری دسترس حاصل کی اس لئے کہ عرب میں نسب کا محفوظ رکھنا بے حد ضروری سمجھا جاتا تھا۔

مکہ میں مسلم بن خالد زنجی بہت بڑے عالم، فاضل، مفتی اور فقہ و حدیث کے امام تھے انہوں نے محمد بن شہاب زہری، عمرو ابن دینار اور ابن جریج جیسے ائمہ حدیث سے استفادہ کیا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مسلم بن خالد زنجی بڑے صاحب فراست، جوہر شناس اور روشن دماغ تھے۔ امام صاحب کی حذاقت و ذہانت، فہم و فراست اور قوت حافظہ سے بڑے متاثر ہوئے اپنے ہونہار شاگرد کو بڑی محبت اور شفقت سے درس قرآن و حدیث اور فقہ دینا شروع کیا امام شافعیؒ نے تین سال کمل مسلم بن خالد زنجیؒ کے پاس رہ کر حدیث و فقہ کی تکمیل کی۔

اس دوران انہیں امام مالکؒ کی شہرت پہنچی جو مدینہ منورہ میں تدریس حدیث کی اعلیٰ مسند پر فائز تھے اور وہاں پہنچنے کا دل میں بڑا اشتیاق پیدا ہوا اپنے استاذ مسلم بن خالد زنجی سے اپنے شوق کا اظہار کیا انہوں نے وہاں جانے کی بخوشی اجازت دی اور ایک سفارشی خط بھی امام مالکؒ کے نام لکھ دیا کہ اپنا قابل ترین شاگرد آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اس

اپنی مجلس علمی میں استفادہ کا موقع دیں۔

نیز خالد بن خالدؒ نے آپ کی ذہانت، قوت حافظہ اور تبحر علمی کو دیکھ کر آپ کو فتویٰ کی اجازت دے دی اور فرمایا کہ "اے ابو عبداللہ تم فتویٰ دے سکتے ہو اور یہ ذمہ داری تمہیں سجتی ہے"۔

مدینہ کو روانگی

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ سے مدینہ کو روانہ ہوا تو میری عمر چودہ سال تھی میرے پاس زادراہ موجود نہ تھا۔ میرے چچا کی حالت بھی اس قابل نہ تھی کہ میری مدد کر سکتے۔ لیکن اس وقت خدا نے دستگیری کی اور مصعب بن زبیر کے ذریعہ ایک سو دینار کا انتظام ہو گیا۔ اور میں مدینہ کو روانہ ہوا۔

آپ ذی طوی پہنچے تو وہاں آپ کو ایک قافلہ ملا جو مدینہ منورہ جا رہا تھا۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ لڑکا شوق علم میں مدینہ کا سفر کر رہا ہے اور امام مالکؒ کے پاس جا رہا ہے تو انہوں نے اپنے قافلہ میں شامل کر لیا۔ اور ایک اونٹ سواری کے لئے بھی دے دیا۔

آٹھویں روز مدینہ منورہ پہنچے راستہ میں امام صاحب نے تلاوت قرآن پاک جاری رکھی اور ہر روز ایک قرآن ختم کیا۔ مدینہ پہنچ کر عصر کی نماز مسجد نبوی میں ادا کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر آپ کو سلام کیا اور قریب ہی آپ نے دیکھا کہ ایک وجیہہ اور بارعب شخص اپنے شاگردوں کے حلقہ میں بیٹھا درس حدیث دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ

> "مجھ سے نافعؒ نے ابن عمرؓ کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت بیان کی یہ کہہ کر انہوں نے اپنا داہنا ہاتھ زور سے قبر کی طرف پھیلایا اور قبر مبارک کی طرف اشارہ کیا"۔

آپ فرماتے ہیں کہ یہ منظر دیکھ کر ان کی ہیبت اور رعب مجھ پر چھا گیا۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ یہ بزرگ کون ہیں انہوں نے بتایا کہ یہ مالک بن انسؒ ہیں اصبح قبیلہ کے سردار۔ یہ سن کر میں جہاں جگہ ملی وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالک حدیث روایت کرتے تو میں نے ایک تنکا زمین سے اٹھایا اور اپنے لعاب دہن سے تر کر کے اپنے ہاتھ پر اسے لکھ لیا میں تمام وقت اسی طرح کرتا رہا۔ امام صاحب میری اس حرکت کو دیکھ رہے تھے۔ جب مجلس ختم ہوئی اور تمام لوگ اُٹھ کر چلے گئے مگر میں بیٹھا رہا۔

امام مالکؒ نے مجھے اشارہ کیا اور اپنے پاس بلایا میں قریب ہوا تو فرمانے لگے
تم حرم کے رہنے والے ہو؟
میں نے عرض کیا جی ہاں۔
فرمایا مکی ہو؟
جی ہاں۔
قریشی ہو؟
جی ہاں۔
فرمایا اوصاف تو سب پورے ہیں مگر تم میں ایک بے ادبی ہے۔
میں نے عرض کیا کون سی بے ادبی۔ آپ نے فرمایا کہ
میں فرمودات رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کر رہا تھا اور تم تنکا سے ہاتھ پر کھیل رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کاغذ نہیں تھا اس لئے آپ جو فرما رہے تھے میں اس طرح ہاتھ پہ لکھتا جاتا تھا۔
امام مالک نے میرا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں۔
میں نے عرض کیا کہ آپ نے جتنی حدیثیں بیان کی ہیں وہ سب میں نے اس طرح ازبر کر لی ہیں۔
آپ نے حیران ہو کر فرمایا کہ سب نہیں صرف ایک ہی حدیث سنا دو۔
میں نے اسی طرح کہا کہ
ہم سے مالک نے نافع اور ابن عمر کے واسطہ سے اس قبر کے مکین سے روایت کی اور میں نے اسی طرح ہاتھ سے قبر مبارک کی طرف اشارہ کیا اور وہ سب حدیثیں سنا دیں جو امام مالکؒ نے اس مجلس میں بیان کی تھیں اور ان کی تعداد ۲۵ تھی۔
میری اس قوت حافظہ اور فہم کی تیزی کو دیکھ کر امام صاحب بہت خوش ہوئے اور اپنے تلامذہ کے حلقے میں داخل کر لیا۔
معجم یاقوت اور مناقب الشافعی کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ والئ مدینہ نے بھی ایک خط مدینہ منورہ کے گورنر کے نام لکھ کر دیا تھا کہ انہیں امام مالک کے درس میں داخل

کرتے ہیں۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ خط مدینہ کے گورنر کو دکھایا تو وہ بڑا مضطرب ہوا کہ امام مالک کے سامنے جاکر کچھ کہنا یا سفارش کرنا بے حد مشکل ہے۔ بہرحال وہ میرے اصرار پر میرے ساتھ امام مالکؒ کے در دولت کدہ پر پہنچے۔ دستک پر ایک لونڈی نے دروازہ کھولا اور اندر جاکر پیغام دیا کہ والی مدینہ باہر کھڑے ہیں۔ امام صاحب باہر تشریف لائے تو والی مدینہ نے مکہ کے گورنر کا خط دکھا کر سفارش کی تو امام مالک نے وہ خط غصہ سے پھینک دیا اور فرمایا کہ سبحان اللہ۔ اب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھی سفارش کی ضرورت ہے۔

امام شافعیؒ نے امام مالکؒ کے پاس تین سال تک قیام کیا اس عرصہ میں آپ نے تمام علوم میں مہارت تامہ حاصل کرلی۔ قرآن وحدیث، صحابہ کے آثار، تابعین کے فتاویٰ اور امام مالک کی فقہ کو اچھی طرح پڑھا، سمجھا اور محفوظ کرلیا۔ حدیث کی روایت اور جرح وتعدیل کے اصول وضوابط میں پوری واقفیت حاصل کرلی آپ کا حافظہ اتنا قوی اور تیز تھا کہ جو کچھ پڑھتے یا سنتے ایک بار زبان پر لانے سے حفظ ہوجاتا۔

مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کے علاوہ حضرت ابراہیم بن سعدؒ انصاری، محمد بن اسماعیل فدیکؒ، عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ اور عبداللہ بن نافع الصائغ سے بھی استفادہ کیا ان کے فتاویٰ کو بھی پڑھا۔ اور ان سے علوم حدیث کو پڑھا۔ حدیث تفسیر، فقہ، لغت، ادب، نحو وبلاغت میں پوری دسترس حاصل کی۔ علم نسب کے ماہر اور فہم وفراست کی بلند چوٹی پر فائز ہوگئے۔ امام مالک اور دیگر اساتذہ نے دیکھا کہ امام شافعی استدلال اور اجتہاد میں پوری مہارت اور قوت حاصل کرچکے ہیں تو انہیں فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

امام مالک کی وفات اور بغداد میں آمد

اس دوران حضرت امام مالک کا انتقال ہوگیا جس سے امام شافعی کو سخت صدمہ پہنچا آپ نے علم کی مزید جستجو میں عراق کا سفر اختیار کیا اور بغداد میں امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ کے حلقہ درس میں شریک ہوگئے۔ تقریباً دو سال تک وہاں رہ کر فقہ حنفیہ پر عبور حاصل کیا۔

مکہ میں آمد

اسکے بعد بغداد سے مکہ تشریف لے گئے وہاں طویل قیام رہا اس دوران آپ نے فقہ عراق اور فقہ حجاز کا گہرا مطالعہ کیا وہیں آپ کے دل

میں قواعد کی استنباط کی تخریج کا خیال پیدا ہوا۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنی تمام تر توجہ کتاب اللہ پر مبذول کر دی تاکہ اس کے طریقہ استدلال کا فہم حاصل کریں۔ احکام کو پہچانیں اور ناسخ و منسوخ کو جانیں۔

قرآن مجید پر غور کے بعد ان کی توجہ اور فکر کا محور حدیث نبوی ؐ اور سنت رسول ؐ تھی تاکہ شریعت میں اس کا مقام معلوم کریں اور سنت سے استدلال کا طریق جان سکیں۔

علوم کتاب وسنت کے بعد انہوں نے اس طرف توجہ دی کہ اگر کوئی حکم کتاب وسنت میں نہ ملے تو کیا کیا جائے۔ اس موقع پر قواعدِ اجتہاد کیا ہوں۔ اور ایک مجتہد پر کس قسم کی پابندیاں ضروری اور لازمی ہیں تاکہ وہ اجتہادی غلطیوں سے محفوظ رہ سکے۔

امام شافعی نے استنباط اور اجتہاد کے لئے کچھ اصول وضع کئے اور قواعد وضوابط مرتب فرمائے۔ ضروری تھا کہ انہیں جمہور فقہا کے سامنے رکھ کر چھان پھٹک کے بعد ایک معیار کا درجہ دیا جائے۔

امام مالک کی وفات کے بعد اس وقت مدینہ منورہ میں وہ علمی سرگرمیاں نہ رہی تھیں۔ جو ان کی زندگی میں تھیں۔ البتہ بغداد اس وقت علمی مرکز تھا۔ یہیں اس وقت ہر مکتب فکر کے علماء اور آئمہ موجود تھے۔ اہل حدیث بھی اور اہل الرائے بھی۔

آپ نے اس دفعہ مکہ میں قریباً نو سال تک قیام کیا۔

بغداد میں دوبارہ آمد

دوسری مرتبہ امام شافعی ۱۹۵ھ میں بغداد پہنچے۔ بغداد علماء، طلباء، محدثین اور فقہا نے جب آپ کی تشریف آوری کی خبر سنی تو اس نعمت غیر مترقبہ کو دیکھ کر جوق در جوق حاضر ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ فنون وعلوم پر مذاکرے شروع کئے۔ استدلال و استنباط مسائل کے قواعد واصول جاننے کے لئے ہر وقت حاضر رہتے۔

اس سلسلہ میں امام شافعی نے ایک کتاب "الرسالہ" مرتب کی تھی۔ جس میں اصول فقہ کے بنیادی قواعد وضع کئے تھے۔

امام رازی "مناقب الشافعی" میں اس کا بوضاحت ذکر کرتے ہیں۔

اس بار امام شافعی بغداد میں دو سال رہے۔ اپنے مرتب کردہ قواعد فقہ اور اصولوں پر علماء سے مذاکرے اور مجادلے ہوتے رہے۔ بعض مسائل میں امام ابو یوسف اور اپنے استاد امام محمدؒ

سے بھی مناظرے ہوتے خصوصاً شاہد و یمین کے معرکتہ الآراء مسئلہ پر امام محمد سے دلائل میں سبقت حاصل کی۔ اس طرح آپ کی علمی شان، اجتہاد، استنباط مسائل اور مرتب کردہ فقہی قواعد و ضوابط کی دھاک بیٹھ گئی پھر آپ نے مختلف امصار و دیار مثلاً مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یمن، شام، دمشق، مصر غرضیکہ ہر جگہ پہنچ کر اور بڑے بڑے مشہور علماء اور آئمہ کے سامنے اپنی کتاب الرسالہ اور مرتب کردہ اصول اجتہاد پیش کر کے دلائل کے ساتھ سب سے اس کی توثیق حاصل کی اور اصول و ضوابط منوا لیے۔

امام حسین کرابیسی، ابوموسیٰ ضربیہ، امام اسحاق بن راہویہ، ہلال بن علا، جاحظ، امام احمد بن حنبل، امام علی بن مدینی، امام مسلم رحمہم اللہ بھی اس سلسلہ میں امام شافعی کی مدح و توصیف میں رطب اللسان ہیں۔ ان تمام محدثین اور فقہاء نے نہایت شاندار الفاظ میں امام شافعی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

متاخرین میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی نے جگہ جگہ اپنی مصنفات خصوصاً "انصاف" اور "عقد الجید" میں امام شافعی کے اصولوں کا حوالہ دے کر انہیں سند قرار دیا ہے۔

۱۹۸ھ میں پھر آپ بغداد پہنچے اور صرف ایک مہینہ ٹھہرے۔ بغداد میں اب زیادہ ٹھہرنا آپ نے اس لئے مناسب نہ سمجھا کہ وہاں اعتزال کا غلبہ تھا اور مامون کے دربار میں معتزلہ کا بڑا اثر و رسوخ تھا۔ اور وہ خود بھی ان کے خیالات اور فلسفہ سے متاثر تھے۔ اس کے علاوہ اہل فارس کا بھی زور تھا۔

منصب قضا کی پیش کش

مامون الرشید نے امام شافعی کو منصب قضا بھی پیش کیا لیکن آپ نے معذرت کر دی اس وجہ سے آپ ابتلاء و امتحان سے بھی گزرے جنہیں امام صاحب نے بڑے صبر و استقلال سے برداشت کیا اندریں حالات آپ نے بغداد میں اب مزید قیام پسند نہ کیا۔

مصر میں آمد

۱۹۸ھ کے آخر میں آپ مصر پہنچے وہاں کا والی آپ کا بڑا معتقد تھا۔ آپ نے یہاں امن و سکون اور اطمینان سے علمی کام کیا۔ بہت سی کتابیں مرتب کیں۔ مصر میں آپ نے بڑی خوش گوار اور مرفع الحال زندگی بسر کی ان کے علم فقہ اور مرتب کردہ اصولوں نے قبول عام حاصل کیا۔

نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ نے "اتحاف النبلاء" میں لکھا ہے کہ آپ کی تصانیف

کی تعداد ایک سو تیرہ سے زائد تھی سب سے معرکتہ آلآراء الرسالہ، کتاب الام، کتاب العلل اور احکام القرآن ہیں۔ کتاب الام کی ضخامت ....م صفحات ہیں۔

آپ نے ہر علم وفن پر خالہ فرسائی کی ہے۔

امام صاحب کی زندگی

امام شافعی کے محامد ومحاسن اور مناقب وفضائل کو حیطہ تحریر میں لانا بہت مشکل ہے۔ آپ کی ساری زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔ آپ کے علمی کارنامے اور اجتہادی معرکے اتنے نمایاں اور روشن ہیں کہ ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

عبادت وریاضت، تلاوت قرآن اور ذکر وفکر میں کم لوگ ہی آپ کے ہم پلہ نظر آتے ہیں۔ آپ رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتے پہلے حصہ میں آرام کرتے، دوسرے میں عبادت اور تیسرے میں اپنی تصانیف تحریر کرتے۔

جناب رئیس احمد جعفری مرحوم نے "آثار امام شافعی" صفحہ ۶۶ کے حاشیہ پر ٹھیک لکھا ہے کہ

> "حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب کی زندگی اپنے اندر عبرت وموعظت کے بہت سے پہلو رکھتی ہے۔ ان کی ساری زندگی عبادت ہے جہد مسلسل ہے انہیں نہ سیم وزر کی آرزو تھی نہ مال ومنال سے دلچسپی۔ انہیں قرآن اور سنت رسول ؐ سے عشق تھا۔ زندگی بھر اس جادہ مستقیم سے سرمو منحرف نہیں ہوئے۔ جب تک زندہ رہے اس کی دعوت دیتے رہے۔ انہوں نے سنت (حدیث نبوی اور آثار نبوی) کی جو گراں بہا خدمت کی ہے۔ اس میں کوئی ان کا ہم پلہ نہیں۔ یہ ایسا مسئلہ تھا جس میں وہ مفاہمت کے قائل نہیں تھے۔ ان کے ذخیرہ تحریر پر ایک غائر نظر ڈالئے تو قدم قدم پر ان کی یہ خصوصیت نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے۔"

سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ اتنے شیدائی تھے کہ اپنے شاگردوں امام مزنی ربیع بن سلیمان اور دیگر تلامذہ سے فرمایا کرتے کہ میں نے جتنی تصانیف لکھی ہیں ان میں بحد امکان احتیاط وحزم سے دلائل کو لکھ دیا ہے۔ تاہم انسان ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ ان میں غلطیاں ہوں غلطی سے منزہ تو خدا کی ذات ہے۔

"اس لئے کوئی بھی مسئلہ میری کتابوں میں اگر خلاف کتاب وسنت ہو تم اس کو دیکھو تو خوب سمجھ لینا کہ مَیں نے اس سے رجوع کر لیا ہے یہ یاد رکھو کہ اگر صیح حدیث مجھ تک پہنچے اور پھر مَیں اس پر عمل نہ کروں تو میری عقل میں فتور ہے۔"

وفات

امام شافعیؒ بواسیر کی شکایت میں مبتلا تھے۔ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اکثر سواری کی حالت میں خون جاری ہو جاتا تو آپ کے پائجامہ سے بہہ کر موزوں تک پہنچ جاتا اس مرض سے آپ بہت نحیف ہو گئے۔

اس کے علاوہ ایک روایت یہ ہے کہ فتیان بن ابی السمح مالکی سے آپ کا مباحثہ ہوا تو امیر مصر نے آپ کو کامیاب اور حق بجانب قرار دیا۔ اس پر فتیان بگڑ گیا۔ ایک رات اندھیرے میں اس نے ایک گرز امام موصوف کے سر پر دے مارا جس سے سر پھٹ گیا اور بہت سا خون بہہ گیا جس سے آپ بہت کمزور ہو گئے اور بواسیر کی تکلیف مزید بڑھ گئی او ۳۰ رجب یوم پنج شنبہ کو عصر کے وقت طبیعت زیادہ بگڑ گئی اور مغرب کی نماز تک سخت تکلیف میں رہے آپ نے مغرب کی نماز ادا کی نماز سے فارغ ہو کر دیر تک الحاح وزاری سے دعا مانگتے رہے یہ سلسلہ عشاء تک جاری رہا۔ پھر آپ نے نماز عشاء پڑھی۔ نماز کے بعد پھر گڑگڑا کر دعا مانگتے رہے۔ فارغ ہو کر لیٹ گئے اور چند لمحوں میں آپ کا روح قفس عنصر سے پرواز کر گیا۔ اور یہ علم وعمل کا آفتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

آپ کے شاگرد امام مذنیؒ نے آپ کو غسل دیا اور جمعہ کی نماز کے بعد نماز جنازہ ادا کی گئی۔ آپ کے جنازہ پر بے پناہ ہجوم تھا۔ آپ کے جسد خاکی کو قاہرہ کے باہر جبل مقطم کے پاس قبرستان قرافتہ الصغریٰ میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً